فقہائے سبعہ (۲)

# حضرت عُروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

۱۹ھ ——————— ۹۴ھ

از حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور

اصحاب علم وتحقیق پر مخفی نہیں کہ فقہ مذاہب اربعہ میں سے تین —— مالکی، شافعی، حنبلی، —— کا اہم عنصر مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ کے علوم وفتاویٰ ہیں —— جن کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ بزرگ، قرآن، احادیث، فتاویٰ وقضایا صحابہ میں جامعیت کے ساتھ ساتھ فہم رسا، ذہن ثاقب محبت وتعلق باللہ، خوف آخرت کے اوصاف سے بھی آراستہ تھے۔ اسمائے گرامی یہ ہیں۔

سعیدؒ بن مسیب، عروہؒ بن زبیر، قاسمؒ بن محمد، خارجہؒ بن زید، ابو بکرؒ بن عبدالرحمان، سلیمانؒ بن یسار، عبیداللہؒ بن عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

کسی نے نظم میں بھی ان کو جمع کر دیا ہے۔

إِذَا قِيلَ مَنْ فِي الْعِلْمِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ رِوَايَتُهُمْ لَيْسَتْ عَنِ الْعِلْمِ خَارِجَةً
فَقُلْ هُمْ عُبَيْدُ اللهِ عُرْوَةُ، قَاسِمٌ سَعِيدٌ، أَبُوبَكْرٍ، سُلَيْمَانُ، خَارِجَةُ

(اعلام الموقعین)

محترم مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہ العالی ان بزرگوں کے تفصیلی سوانح حیات لکھ رہے ہیں۔ جن کی اشاعت کا شرف رحیق کو حاصل ہو رہا ہے۔ حضرت سعید کے حالات پچھلی اشاعتوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت عروہؒ کے آج شریک اشاعت ہیں۔ آئندہ اشاعتوں میں بقیہ اصحاب کے حالات درج ہوں گے۔ ان شاء اللہ وھو الموفق (رحیق)

**نام ونسب** عروہ بن زبیر بن عوام نام۔ ابو عبداللہ کنیت۔ آپ کی پیدائش حضرت عمرؓ کی خلافت کے چھٹے سال ہوئی۔ اور اپنے برادر حقیقی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے تقریباً بیس سال چھوٹے تھے۔ اس حساب سے آپ ۱۹ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ مگر

حافظ ابن کثیرؒ نے ۲۳ھ میں آپ کی ولادت کو صحیح بتایا ہے۔ آپ کے والد حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور اس کمیٹی کے رکن تھے جو فاروق اعظمؓ نے اپنی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لکل نبی حواری وحواری الزبیر ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی بہن اور حضرت صدیق اکبرؓ کی دختر نیک اختر ہیں۔ آپ ذات النطاقین کے لقب سے ملقب تھیں کیونکہ ہجرت کے روز انہوں نے اپنا دوپٹہ چیر کر نصف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد کا کھانا باندھا تھا اور دوسرا نصف ان کے پانی کے مشکیزے پر لپیٹ دیا تھا۔ آپ کے بھائی حضرت عبداللہؓ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ مصر و شام کے علاوہ باقی تمام عالم اسلام پر سالہا سال تک ان کا علم اقتدار لہراتا رہا۔ بالآخر بنوامیہ کے ساتھ لڑتے بھڑتے ۷۳ھ میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ اور ان کی شہادت کے ساتھ ان کی خلافت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

چونکہ حضرت عروہ طبعی طور پر دنیا اور اس کے پرشور ہنگاموں سے نفور تھے۔ اس لئے بھائی کے زمانے کی لڑائیوں اور ان سے پہلے کے تمام فتنوں سے الگ تھلگ رہے اور ان میں کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں لی۔

**عجیب اتفاقات** ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں جب حالات اعتدال پر تھے عبدالملک بن مروان، حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے دونوں بھائی مصعب اور حضرت عروہؓ مسجد حرام میں جمع ہوئے اور باتوں باتوں میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ آئیے! ہم سب اس مقدس مقام میں اپنے اپنے دل کی آرزو ظاہر کریں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرمانے لگے میری آرزو یہ ہے کہ میں خلیفہ بنوں اور حرمین شریفین پر میرا جھنڈا لہرائے۔ عبدالملک نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ میں روئے زمین کا بادشاہ بنوں اور مجھے حضرت معاویہؓ کی جانشینی نصیب ہو۔ مصعب بولے میری خواہش یہ ہے کہ عراق عرب اور عراق عجم میرے زیرِ حکومت ہوں اور قریش کے اعلیٰ خاندانوں کی دو صاحب حسن و جمال صاحبزادیاں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ میرے حبالۂ عقد میں آئیں حضرت عروہ فرمانے لگے میری آرزو تم سب سے مختلف ہے۔ مجھے دنیا کے کسی اقتدار اور جاہ و

مال کی حاجت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آخرت میں جنت ملے۔ دنیا میں علوم دین سے حصۂ وافر پاؤں اور مخلوقِ خدا مجھ سے فیض یاب ہو۔ انقلاباتِ زمانہ ملاحظہ فرمائیے کہ ان میں سے ہر ایک شخص کی مراد بر آئی۔ اور اپنے دلی مقصد میں کامیاب ہوا۔ جب ہی تو عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا جس نے کوئی جنتی آدمی دیکھنا ہو وہ عروہ بن زبیر کو دیکھ لے[1]

**طلبِ علم** آپ کی پیدائش سے پہلے اسلامی حکومت کے حدود دور دور تک پھیل چکے تھے قیصر و کسریٰ کی وسیع سلطنتیں قلمروِ اسلام میں شامل ہونے کی وجہ سے تمام مسلمان خوشحال اور معاشی پریشان حالیوں سے فارغ البال تھے۔ اس لئے جب آپ نے اسلام کے اولین داعی اور پُرجوش مبلغ خاندان میں آنکھیں کھولیں تو سنِ رشد کو پہنچنے کے بعد نہائت اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ طبیعت رسا پائی تھی اور مہبطِ وحی مدینہ طیبہ میں بڑے بڑے جلیل القدر و عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ اور ان کے صحبت یافتہ تابعین عظام سے کسبِ فیض کے مواقع میسر آئے تھے۔ لہٰذا آپ نے خوب خوب علم سے دامن بھرے اور اپنے زمانہ کے معدودے چند چوٹی کے فقہائے محدثین میں شمار ہوئے۔

**اساتذہ** آپ کے اساتذہ میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

آپ کے والد حضرت زبیرؓ اور بھائی عبداللہؓ حضرت علیؓ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت مسور بن مخرمہؓ، حضرت حکیم بن حزامؓ عورتوں میں سے آپ کی خالہ حضرت عائشہؓ، والدہ حضرت اسماءؓ، حضرت ام حبیبہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ام ہانیؓ، تابعین میں سے نافع بن جبیرؒ حمران مولیٰ عثمانؓ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ رضی اللہ عنہم و ارضاہم اجمعین۔

**آپ کی تعلیم و تربیت میں حضرت عائشہؓ کا حصہ** آپ نے مذکورہ بالا اساتذہ کے علاوہ دوسرے بے شمار صحابہؓ اور تابعینؒ سے علم حاصل کیا۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی تعلیم و تربیت میں جتنا حصہ آپ کی خالہ حضرت عائشہؓ کا ہے کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ علوم کتاب و سنت میں جو مقام ام المومنین

---

[1] ابن خلکان صفحہ ۳۱۶ ج ۱

حضرت عائشہ کا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ آپ کے گھر میں قرآن پاک کا نزول ہوا۔ اور آپ کو نہایت قریب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ حالات دیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر اور اونچے مرتبہ کے صحابہؓ پیچیدہ اور مشکل مسائل کے حل میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنے بھانجے حضرت عروہ کی بڑی توجہ اور کمال شفقت و مہربانی سے تربیت کی اور اپنا تمام قیمتی علمی سرمایہ اس کے قلب و دماغ میں اتار دیا۔ ہونہار بھانجے نے بھی آپ سے علم و دانش کے سمیٹنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اس موقعہ کو غنیمت جان کر اپنے حدود علم کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں منہمک رہا۔ حتیٰ کہ ان کا تمام علم اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ حضرت عائشہ کے انتقال سے چار پانچ سال پہلے ان کا تمام علم سیکھ چکا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ اگر خدانخواستہ ان کا آج انتقال ہو جائے تو مجھے ان کی کسی حدیث کے متعلق پچھتانا نہیں پڑے گا۔ ان کی کوئی حدیث ایسی باقی نہیں رہی تھی جو میں نے ازبر نہ کر لی ہو۔[۱] امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں حضرت عروہ، عمرہ اور قاسم حضرت عائشہ کی احادیث سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے[۲] قبیصہ بن ذدیب فرماتے ہیں عروہ رضی حضرت عائشہ پر داخل ہونے میں ہم سب پر غالب آجاتے تھے اور حضرت عائشہؓ تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھیں۔[۳]

**قرآن فہمی** حدیث کی طرح قرآن حکیم کی تعلیم بھی آپ نے حضرت عائشہؓ سے حاصل کی۔ جب آپ کو کسی آیت کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت فرماتے۔ وہ بھی بڑی قابلیت اور نہایت پیار سے آپ کے اشکال کو دور فرماتیں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو سعی بین الصفا والمروہ (جو حج کا ایک ضروری حصہ ہے) کے متعلق کچھ اشکال پیش آیا۔ تو فوراً خالہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ خالہ! معلوم ہوتا ہے کہ حاجی کے لئے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص نہ دوڑے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ خالہ بولیں وہ کیسے؟ بولے۔ قرآن حکیم میں ہے:۔

| | |
|---|---|
| فمن حج البیت او اعتمر | جو شخص بیت اللہ میں حج یا عمرہ کیلئے آئے |
| فلا جناح علیہ ان یطوف | تو اس پر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے |

---

۱؎ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۲ ۲؎ حوالہ مذکور ۳؎ حوالہ مذکور

بھما (البقرہ) میں کوئی گناہ نہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان کے درمیان طواف نہ کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ تم غلط سمجھے ہو۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو اس آیت کے الفاظ یوں ہوتے :۔

لاجناح علیہ ان لا — ان دونوں کے درمیان نہ دوڑنے میں اس

یطوف بھما — پر کوئی گناہ نہیں

اصل میں اس طرح تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے انصار کے کچھ لوگ حج کو آتے ہوئے مشلل میں واقع منات بت کا احرام باندھتے اور اس کا حج کرتے تھے۔ یہ لوگ جب وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ آتے تو کعبۃ اللہ کا طواف تو کرتے لیکن صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو گناہ سمجھتے تھے اسلام لانے کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم دورِ جاہلیت میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کو گناہ سمجھتے تھے اب کیا حکم ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے میں کوئی گناہ نہیں ہے"۔

ان دونوں کے درمیان دوڑنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیا ہے لہٰذا کسی کو اس کے چھوڑنے کا حق نہیں ہے حضرت عروہ کہتے ہیں ، میں نے یہ واقعہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو سنایا تو وہ بولے اللہ واقعی یہ علم کی بات ہے اور میں نے آج تک نہیں سنی تھی[1]

اس طرح آپ کو سورہ یوسف کے آخری رکوع کی آیت حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا میں غلط فہمی ہوئی۔ حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ اس آیت میں لفظ قد کذبوا کو تخفیف کے ساتھ پڑھیں گے یا تشدید کے ساتھ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تشدید کے ساتھ قد کُذِّبُوا پڑھیں گے (ایسا پڑھنے سے آیت کے معنی یہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کی تکذیب کر دی گئی ہے تو ان کے پاس ہماری مدد آئی) اس پر حضرت عروہ نے اعتراض کیا" اس گمان کا کیا معنی ؟ رسولوں کو تو اپنی قوم کی تکذیب کا یقین تھا حضرت عائشہ نے فرمایا۔ پیارے عروہ! بے شک ان کو یقین تھا، ابھی کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ عروہ درمیان میں بول اٹھے۔ شاید یہ لفظ وظنوا انھم قد کُذِبُوا تخفیف کے ساتھ ہو (اس طرح پڑھنے سے بظاہر آیت کے معنی یوں ہوتے ہیں، رسولوں نے گمان کیا کہ ان سے خدا کی طرف سے مدد کا جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) حضرت عائشہ پکار اٹھیں۔ خدا کی پناہ! رسول اپنے رب کے متعلق ایسا گمان نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس آیت میں رسولوں کے اتباع مراد ہیں

[1] صحیح بخاری شریف نور محمدی دہلی صفحہ ۲۴۲

جو خدا پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کر چکے تھے ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور اللہ تعالیٰ کی امداد آنے میں دیر ہو گئی حتیٰ کہ جب رسول مکذبین کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور مومنین کی پریشانی اور بے اطمینانی دیکھ کر انہیں گمان ہوا کہ انہوں نے بھی ان کی تکذیب کر دی ہے۔ تو ان کے پاس ہماری امداد آئی ؎۱

**حافظہ** آپ کا حافظہ نہایت قوی اور یادداشت بڑی مضبوط تھی بعض دوسرے علماء کی طرح آپ بھی کتاب اللہ کے سوا دوسری چیزوں کا لکھنا پسند نہیں کرتے تھے حفظ پر زیادہ اعتماد کے قائل تھے۔ اس لیے تحصیل علم میں تمام تر دارومدار قوتِ حفظ پر تھا اور تحریر کا کام یادداشت سے لیتے تھے خود فرماتے ہیں

| | |
|---|---|
| کنا نقول لا نتخذ کتاباً | ہم پہلے کتاب اللہ کے ساتھ کسی کتاب کے |
| مع کتاب اللہ فمحوت | لکھنے کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے میں نے |
| کتبی فو اللہ لوددت | اپنی کتابیں مٹا دیں۔ بخدا اب میں چاہتا |
| ان کتبی عندی وان | ہوں کہ میری کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں |
| کتاب اللہ قد استمرت | کتاب اللہ تو اب بہت محفوظ اور مستحکم ہو چکی |
| مریرتہ ؎۲ | ہے اور اب اس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ |

**علم و فضل** آپ نے شب و روز کی سعی و کوشش سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ مدینہ منورہ میں مقیم تمام صحابہ کا علم جمع کر لیا تھا۔ اپنے ہمعصر تابعین سے بھی کسب فیض کرنے میں سستی اور غفلت نہیں برتی تھی بلکہ کلمۂ حکمت کو اپنی گمشدہ متاع سمجھ کر جہاں سے ملا حاصل کرنے کی پوری کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا شمار چوٹی کے علماء میں ہوا اور آپ کے معاصرین نے آپ کو علم کا سمندر قرار دیا۔ حافظ العصر امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| کان عروۃ بحراً لا تکدرہ | عروہ علم کا بے پایاں کبھی خشک نہ ہونے والا |
| الدلاء ؎۳ | سمندر تھے پانی نکالنے والوں کے ڈول اسے |

---

؎۱ بخاری شریف ص۶۷۸ ج۱ ؎۲ تہذیب التہذیب ص۱۸۲ ج۷ ؎۳ البدایۃ ص۱۰۱ ج۹ و تہذیب التہذیب

گدلا نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔ عروہ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے اور میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا جو انہیں معلوم ہو اور مجھے معلوم نہ ہو[1]۔ امام نووی لکھتے ہیں آپ کی جلالت قدر، بلند مرتبہ اور وفور علم میں سب کا اتفاق ہے[2]۔ ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں۔ ھو الفقیہ الحافظ جمع العلم والسیادۃ والعبادۃ[3] حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں عروۃ بن الزبیر الامام عالم المدینۃ ابو عبد اللہ القرشی الاسدی المدنی[4] امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں میں نے قریش میں علم کے چار سمندر پائے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمان، حضرت عبید اللہ بن عبداللہ اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین[5]

آپ کی فراوانی علم کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوگا کہ صحابہ کرام آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اور بہت سے پیش آمدہ مسائل ان سے پوچھتے تھے۔ حمید بن عبدالرحمان بن عوف فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| لقد رایت الاکابر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ[6] | میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ آپ سے مسئلے پوچھا کرتے تھے۔ |

**علم حدیث** حدیث پاک آپ کا وہ مخصوص فن ہے کہ اگر اس کو آپ کا اوڑھنا بچھونا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کی طلب و جستجو میں آپ کی سعی و جانکاہی کا یہ حال ہے کہ آپ عنفوان شباب میں ہی اس میں کمال پیدا کر چکے تھے اور اعلم الناس حضرت عائشہ کی وفات سے چار پانچ سال پہلے ان کی تمام احادیث کو لوح قلب میں محفوظ کر لیا تھا۔ پھر ان کے علاوہ کثیر الروایہ صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی صحبت میں رہ کر سالہا سال تک کسب فیض کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ علم کا وہ اتھاہ سمندر بن گئے جس میں کبھی گدلا پن ظاہر نہ ہو۔ کتب احادیث کو ایک نظر دیکھئے تو وہ آپ کو عن ہشام عن عروہ سے بھری ہوئی نظر آئینگی اسی لئے محمد بن سعد نے آپ کو ثقہ، عالم، مامون اور کثیر الحدیث کے صفات عالیہ سے موصوف کیا ہے[7]۔ امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں جب امام عروہ مجھے کوئی حدیث بیان کرتے پھر میں

---

[1] البدایہ ص ۱۰۲ ج ۹ [2] تہذیب الاسماء واللغات ص ۳۳۲ ج ۱ [3] شذرات الذہب ص ۱۰۳ ج ۱ [4] تذکرۃ الحفاظ ص ۵۸ ج ۱ [5] حلیۃ الاولیاء ص ۱۷۶ ج ۲ [6] تہذیب التہذیب ص ۱۸۳ ج ۷ [7] طبقات ابن سعد ص ۱۳۳ ج ۵

وہی حدیث عمرہ سے سنتا تو اس سے عروہ کی حدیث کی تصدیق ہو جاتی۔ جب میں نے ان دونوں کے تبحر علمی کا موازنہ کیا تو امام عروہ کو علم کا خشک نہ ہونے والا سمندر پایا[1]۔ عجلی کہتے ہیں۔ آپ تابعی، مدینے کے رہنے والے اور نیک آدمی تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں برپا ہونے والے تمام فتنوں سے کنارہ کش رہے[2]۔

باوجود کثیر الحدیث ہونے اور ساری عمر اس کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہنے کے آپ کے صاحبزادے ہشام فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| واللہ ما تعلمنا منہ جزء من الفی | بخدا ہم نے آپ کی حدیث کے دو ہزار |
| جزء من حدیثہ[3] | حصوں میں سے ایک حصہ بھی نہیں سیکھا |

غالباً اس تصریح کے پیش نظر اب آپ کو امام ابن شہاب زہری کے قول بحر لا ینزف (کہ آپ علم کا نہ خشک ہونے والا سمندر تھے) کو کسی قسم کے مبالغہ پر محمول کرنے کی حاجت باقی نہیں رہی ہوگی

**فقہ** علم فقہ میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا کہ آپ مدینہ منورہ کے ان سات شہرہ آفاق فقہا میں شامل تھے جن کا فتویٰ لوگوں کے لئے اطمینان قلب اور سکون خاطر کا باعث تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں آپ مدینہ کے ان سات فقہاء میں سے ایک تھے جن کا فیصلہ حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ اور ان دس فقہا میں شریک تھے۔ جن کے قول کی طرف حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنی مدینہ منورہ کی گورنری کے زمانہ میں رجوع کیا کرتے تھے[4]۔ واقدی نے کہا ہے:۔

| | |
|---|---|
| کان فقیھا عالما حافظا | آپ فقیہ، عالم، حافظ، ثقہ حجت اور |
| ثبتا حجۃ عالما بالسیر | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات |
| وھو اول من صنف فی المغازی | کے عالم تھے۔ سب سے پہلے آپ نے |
| وکان من فقھاء المعدودین | مغازی میں کتاب لکھی۔ آپ کا شمار چوٹی |
| ولقد کان اصحاب رسول اللہ | کے معدودے چند فقہاء میں تھا اور اکثر |
| صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ[5] | صحابہ آپ سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ |

---

[1] تہذیب التہذیب ص ۱۸۲ ج ۷ [2] البدایہ ص ۱۰۱ ج ۹ [3] تہذیب الاسماء ص ۳۳۲ ج ۱ [4] البدایہ والنہایہ ص ۱۰۲ ج ۹ [5] البدایہ ص ۱۰۲ ج ۹

ابن سعد کہتے ہیں آپ ثقہ، کثیر الحدیث محدث، عالیمقام فقیہ، مامون اور ثبت تھے[1]۔ ابن توشی نے تاریخ الغربا میں لکھا ہے۔ وکان فقیھاً فاضلاً[2]

آپ نے علم فقہ میں متعدد کتابیں بھی لکھی تھیں۔ جو آپ کی فقہی استعداد اور اجتہادی قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔ آپ کے صاحب زادے ہشام فرماتے ہیں۔ حرہ کی جنگ میں میرے والد نے اپنی فقہ کی کتابیں جلا دی تھیں۔ بعد میں بڑے پچھتاتے اور فرماتے تھے آج ان کا میرے پاس موجود ہونا مجھے اپنے اہل و مال سے زیادہ عزیز ہے[3]۔

**مسند تدریس** | رائج الوقت علوم سے فارغ ہونے کے بعد آپ مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام) میں مسندِ تدریس و تعلیم پر رونق افروز ہوئے۔ بچپن سے ہی آپ کی یہ آرزو تھی اور اسی کے لئے آپ اپنی ابتدائی عمر میں داعی و ساعی رہے حتیٰ کہ آپ بمصداق من جدَّ وَجَدَ اس دیرینہ آرزو میں اعلیٰ پیمانے پر کامیاب ہوئے اور بقایا زندگی قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کرتے کرتے صرف کر دی۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی آپ کا ترجمہ ان الفاظ میں شروع کرتے ہیں جو آپ کی زندگی پر بڑا مختصر اور کامیاب تبصرہ ہے

| | |
|---|---|
| ھو المعطی ما تمنی، حمل | حضرت عروہ بن زبیر مجتہد، بڑے |
| العلم عنہ اذ غیہ تعنی | عبادت گذار اور صائم الدہر تھے۔ آپ |
| مکن من الطاعۃ فاکتسب | کی آرزو بر آئی۔ آپ کی خواہش کے |
| فامتحن بالمحنۃ فاحتسب | مطابق لوگوں نے آپ سے علوم شریعت |
| عروۃ بن الزبیر المجتہد | کی تحصیل میں بڑے بڑے فیوض حاصل |
| المتعبد الصوام[4] | کئے کیونکہ آپ ان علوم میں اپنی انتہائی |

اور مسلسل کوششوں کی وجہ سے سمندر کی سی گہرائی رکھتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ کی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری سے بھی وافر حصہ ملا تھا۔ جس سے آپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ پھر رنج و محن میں مبتلا ہوئے تو ان میں بے نظیر صبر و تحمل سے کام لے کر ثواب آخرت کا ذخیرہ جمع کیا۔

---

[1] ابن سعد ص ۱۳۳ ج ۵ [2] تہذیب التہذیب ص ۱۸۵ ج ۷ [3] ابن سعد ص ۱۳۳ ج ۵ و تہذیب التہذیب ص ۱۸۲ ج ۷ [4] حلیۃ الاولیاء ص ۱۷۶ ج ۲

آپ کا حلقۂ درس بڑا آباد اور پر از دحام ہوتا تھا۔ لوگ کسبِ فیض کے لیئے جوق در جوق جمع ہو جاتے اور اپنی علمی تشنگی بجھانے کا سامان فراہم کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابنِ شہاب زہری فرماتے ہیں لوگ آپ سے علمِ حدیث حاصل کرنے کے لیئے ٹوٹے پڑتے تھے۔[۱]

**تلاوت و عبادت** آپ کو عبادت و مناجات سے بے حد محبت اور تلاوتِ قرآن حکیم سے شدید لگاؤ تھا۔ دن بھر کے تدریسی مشاغل اور دوسری مصروفیات سے وقت بچا کر ہر روز بالالتزام ایک ربع قرآن کریم مصحف پر دیکھ کر تلاوت فرماتے پھر اس کو رات کے وقت نوافل میں پڑھتے تھے اس معمول میں زندگی بھر فرق نہیں آنے دیا۔ نماز سے آپ کی شیفتگی اور دلبستگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو یادِ حق میں اس قدر محویت طاری ہوتی کہ ماسوا کی قطعاً خبر نہ رہتی۔ جب ایک شدید زخم کی وجہ سے آپ کا پاؤں کاٹنا ضروری ہو گیا تو اطباء نے شدتِ درد کو ہلکا کرنے کے لیئے شراب جیسی نشئی اور دیگر خواب آور ادویہ پلانا چاہیں اور آپ کو پکڑنے کے لیئے چند مضبوط آدمی بلائے۔ آپ نے فرمایا ان سب چیزوں کی مطلق حاجت نہیں۔ مجھے نماز شروع کر لینے دو پھر جو جی میں آئے کرنا مجھے محسوس تک نہیں ہو گا۔ چنانچہ یہی ہوا آپ نماز میں مصروف رہے اور اطباء نے گھٹنے سے پاؤں کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا۔ آپ نے اف تک نہیں کی۔ اور نہ کسی قسم کی مضطربانہ حرکت آپ سے ظہور پذیر ہوئی۔[۲]

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا آپ نماز بڑے سوز و گداز اور انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور اس میں اپنی ہر حاجت اللہ تعالےٰ سے چاہتے تھے۔ رسمی اور عاجلانہ نماز نہ اپنے لیئے پسند فرماتے تھے اور نہ ہی دوسروں کے لیئے ایک دن ایک شخص کو جلدی جلدی اور ہلکی نماز پڑھتے دیکھا تو بے قرار ہو گئے اسے بلایا اور کہا تمہیں اپنے رب سبحانہ و تعالےٰ کی طرف کوئی حاجت نہیں؟ میں تو ہنڈیا کے لیئے نمک تک اللہ تعالیٰ سے اپنی نماز میں سوال کرتا ہوں۔[۳]

**روزہ** آپ کو روزہ کے ساتھ نماز و دعا سے کچھ کم لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ اس سے قلبی تعلق اور محبت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آپ عیدین اور ایامِ تشریق کے بغیر سارا سال روزہ رکھا کرتے تھے

[۱] تذکرۃ الحفاظ ص ۸۵ ج ۱ [۲] البدایہ ص ۱۰۲ ج ۹ و ابن خلکان ص ۳۱۶ ج ۲ [۳] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۴۷ [۴] البدایہ ص ۱۰۳ ج ۹

سفر اور حضر میں کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے ہشامؒ کا بیان ہے ہم اپنے والد حضرت عروہؒ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ ہم کبھی روزہ رکھ لیتے۔ اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔ انہوں نے کبھی ہمیں روزہ کا حکم نہیں دیا۔ مگر وہ خود روزہ افطار نہیں کرتے تھے[1] آپ روزہ کے اتنے خوگر اور گرویدہ تھے کہ جس دن آپ کا پاؤں کٹا آپ روزہ دار تھے[2] اور جس روز انتقال ہوا اس دن بھی روزہ رکھا ہوا تھا[3]

**حج** آپ فریضۂ حج سے بھی محروم نہیں رہے۔ امام مسلم کتاب التمییز میں فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| حج عروة مع عثمان وحفظ عن ابيه فمن دونهما من الصحابة[4] | حضرت عروہ نے حضرت عثمانؓ کی معیت میں حج کیا اور اپنے والد اور ان دونوں سے کم عمر صحابہ سے حدیث حفظ کی۔ |

(باقی)


## المکتبۃ السلفیہ لاہور کی طبع کردہ

## سنن نسائی شریف (عربی)

جس میں علامہ سندھی اور حافظ سیوطی کی مکمل شروح کے ساتھ ساتھ علامہ شیخ حسین محدث یمنی کے غیر مطبوعہ قیمتی تعلیقات کا اضافہ ہے ان کے علاوہ حضرۃ الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف کے افادات جو مشکل مقامات کے حل اور مفید علمی مباحث پر مشتمل ہیں، شرح کے اہم مباحث کی فہرست، احادیث کا شمار، ماخذ کی نشاندہی نئے انداز سے ترتیب اس کی مزید طباعتی خصوصیات ہیں۔

قیمت چالیس روپے مجلد پینتالیس روپے۔

## مطبوعات المکتبۃ السلفیہ لاہور

| | |
|---|---|
| سنن نسائی شریف عربی مع التعلیقات السلفیہ | ۴۰/-/- روپے |
| حیات امام احمد بن حنبل مجلد (طبع دوم) | ۱۰/-/- |
| حیات شاہ ولی اللہ دہلوی مجلد | ۶/-/- |
| الفوز الکبیر عربی ٹائپ (زیر طبع) | ۳/-/- |
| دیوان حماسہ بحاشیہ مولانا اعزاز علی مرحوم (عربی) (عنقریب طبع ہو جائے گا) | ۱۲/-/- |
| اصول تفسیر اردو (از ابن تیمیہؒ) | -/۱۲/- |
| پیارے رسول کی پیاری دعائیں | -/۸/- |


۱؎ ابن سعد ج۵ ص۱۳۴ ۲؎ صفۃ الصفوۃ ج۲ ص۴۶ ۳؎ تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۵۹ ۴؎ تہذیب التہذیب ج۷ ص۱۸۵